تفسیر روح المعانی کی روشنی میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی رفع سماوی کا تحقیقی جائزہ

Analytical Study of the Heavenly Lifting the Jesus in the light of Tafsīr Rōōh-ul-MÃnī

*میاں شاہ زمان شاہ

**ڈاکٹر جانس خان

Abstract

Jesus of Nazareth is the central figure of the Christian religion, a savior believed to be both God incarnate and a human being. He is also known as Jesus Christ, the term "Christ" meaning anointed or chosen once. Most of the details of his life are unclear, and much of what is known about his life comes from the four Gospels of the Bible. The Gospels tell the story of Jesus's auspicious birth in a stable in Bethlehem, and then of his life as an adult, a teacher with miraculous powers who foretold his own death to his closest followers, called apostles. Jesus, betrayed by the apostle Judas, was crucified by the Romans, and his resurrection three days after his death was taken as proof of his divinity.

The date of Jesus's birth to Mary is celebrated each December 25th as Christmas Day. The occasion was used as the base year for the modern Christian calendar, though researchers now believe that earlier estimates were inexact and that Jesus was actually born between 4 B.C. and 7 B.C. The date of the crucifixion is now marked as Good Friday, and the resurrection celebrated as Easter.

Keywords: Christian, Gospel, Apostle, Qura'n, Rōōh-ūl-Mānī

---

*پی ایچ ڈی-اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف مالاکنڈ

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف مالاکنڈ

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے پیغمبروں میں آخری پیغمبر ہیں۔ آپ (علیہ السلام) کی تمام زندگی، ولادت سے لے کر رفع سماوی تک گونا گو معجزات سے بھری پڑی ہے۔ آپ (علیہ السلام) کی ولادت بھی معجزہ ہے اور بچپن بھی اور رفع سماوی بھی۔ آپ (علیہ السلام) کی تمام زندگی کے لیے ایک بڑی کتاب کی ضرورت ہے۔ ایک مقالہ میں زیرِ بحث نہیں لائی جاسکتی اس لیے یہاں صرف ایک ہی موضوع رفع سماوی پر تفسیر روح المعانی کی روشنی میں بحث کی جائی گی اور یہاں پر چند بنیادی سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی جائی گی، مثلاً، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی رفع سماوی سے کیا مراد ہے؟

یہ رفع سماوی عیسیٰ (علیہ السلام) موت سے پہلے واقع ہوئی یا بعد میں؟ اس بارے میں اسلام اور مسیحیت کے مواقف کی وضاحت کی جائی گی اور اس بارے میں اشتباہ کیوں پیش آئی؟

رفع سماوی پر بحث کرنے سے پہلے یہ زیادہ مناسب ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کس قسم کے حالات میں دُنیا میں تشریف لائیں اور ساتھ اُن کا مختصر تعارف بھی پیش کیا جائے۔ اِن حالات کے بارے میں محمد تقی عثمانی([1]) نے اس طرح لکھا ہے:

"مکابیوں کی اس چھوٹی سے سلطنت سے قطع نظر، اس زمانے میں پوری یہودی قوم منتشر ہو چکی تھی، بحیرہ روم کے آس پاس اُن کی مختلف آبادیاں قائم تھیں، بابل کی جلاوطنی کے اختتام پر یہودیوں کی خاصی بڑی تعداد فلسطین میں آبسی تھی، لیکن اُن کی اکثریت بابل میں آباد تھی، فلسطین کے ایک حصہ پر رومیوں کی حکومت تھی، مگر یہ سلطنتِ روما کے تابع اور ماتحت تھے، یروشلم رومی حکومت کا ایک صوبہ تھا، مادی اسباب کے لحاظ سے یہودیوں کے لیے پھر آزاد فضا میں سانس لینے کا کوئی امکان نہ تھا، اس لیے قدرتاً ان کی نگاہیں مستقبل پر لگی ہوئی تھیں، ان میں سے بیشتر افراد خدا کی طرف سے ایک نجات دہندہ کے منتظر تھے، جو انہیں غلامی کی زندگی سے چھڑا کر پھر بادشاہت نصب کرے۔

یہ حالات تھے جب شہنشاہ روم اگستس کی بادشاہت اور یہودیہ ہیرودیس کی حکومت میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پیدا ہوئے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی کا کوئی مستند ریکارڈ اب ہمارے پاس موجود نہیں، صرف اناجیل ہی وہ چار کتابیں ہیں جنہیں آپؑ کی حیاتِ طیبہ معلوم کرنے کا واحد ذریعہ کہا جاسکتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک اُن کی حیثیت کسی قابل اعتماد نوشتے کی نہیں ہے[2]۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا تعارف مولانا عبد الحق حقانی([3]) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں۔ بے باپ کے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اُن کو پیدا کیا ہے وہ شب و روز دینِ حق کے پھیلانے میں مصروف تھے اس وقت کے یہودیوں کو اُن پر حسد آیا ایک مکان میں ان کو قتل کے لیے گھیر کر لے گئے، خدا کی قدرت سے چھت پھٹ گئی، عیسیٰ (علیہ السلام) کو ملائکہ آسمان پر لے گئے اور اُن میں سے ایک

شخص جو اندر آیا تھا وہی عیسیٰ (علیہ السلام) کی شکل میں ہو گیا، اس کو یہودیوں نے قتل کیا۔ پس جب سے عیسیٰ (علیہ السلام) آسمان پر ہیں دجّال کے قتل کو دُنیا میں آئے گا"(4)۔

رفع سماوی کا مفہوم

اس بات پر مسیحی اور مسلمانوں کی اکثریت متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو آسمانوں پر اُٹھا گیا ہے۔ ارشادِ خداندی ہے:وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (5)

ترجمہ:"حالانکہ نہ اُنہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ اُنہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ اُنہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں ختلاف کیا ہے، وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گُمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں ہے اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کر پائے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنے پاس اُٹھالیا تھا اور اللہ تعالیٰ بڑا صاحبِ اقتدار اور بڑا حکمت والا ہے"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) صحیح وسلامت آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہود کو آپ (علیہ السلام) کو قتل کرنے کی توفیق نہیں دی ہے۔ سید طنطاوی لکھتے ہیں:

والذى يجب اعتقاده بنص القرآن الكريم أن عيسى - عليه السلام لم يقتل ولم يصلب ، وإنما رفعه الله إليه ، ونجاه من مكر أعدائه ، أما الذى قتل وصلب فهو شخص سواه(6) .

ترجمہ: اور قرآن کے نص کے مطابق جس بات کا اعتقاد لازم ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو نہ قتل کیا گیا اور نہ سولی پر چڑھایا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنے پاس اُٹھالیا اور اُنہیں ان کے دشمنوں کے چالوں سے نجات دیدی اور جہاں تک اُس آدمی کا تعلق ہے جسے پھانسی دیدی گئی، وہ اُس کے سوا ایک دوسرا شخص تھا"۔ اسی طرح ابوحیان الاندلسی لکھتے ہیں:

{ بل رفعه الله إليه } هذا إبطال لما ادعوه من قتله وصلبه ، وهو حي في السماء الثانية على ما صح عن الرسول ﷺ في حديث المعراج. وهو هنالك مقيم حتى ينزله الله إلى الأرض لقتل الدجال ، وليملأها عدلاً كما ملئت جوراً ، ويحيا فيها أربعين سنة ثم يموت كما تموت البشر.وقال قتادة : رفع الله عيسى إليه فكساه الريش وألبسه النور ، وقطع عنه المطعم والمشرب ، فصار مع الملائكة ، فهو معهم حول العرش ، فصار إنسيًّا ملكياً سماوياً أرضياً. والضمير في إليه عائد إلى الله تعالى على حذف التقدير إلى سمائه ، وقد جاء { ورافعك إليّ } وقيل : إلى حيث لا حكم فيه إلا له" (7)

ترجمہ: اُنہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کے قتل اور سولی پر چڑھانے کا جو دعویٰ کیا تھا یہ اُس کا ابطال ہے۔ اور وہ یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) دوسرے آسمان میں ہیں اور زندہ ہیں جیسا کہ رسول ﷺ سے حدیثِ معراج میں ثابت ہے۔ اور وہ وہاں مقیم ہیں اُس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے دجّال کے لیے نیچے اُتار دے اور اس لیے کہ وہ زمین کو عدل سے بھر دے جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہو گی اور یہاں چالیس سال تک زندہ رہیں گے اور پھر عام انسانوں کی طرح فوت ہو جائیں گے۔ اور قتادہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ

نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی طرف اُٹھالیا اور اُسے پَر پہنایا اور نور کا لباس پہنایا اور اُس سے کھانا کھانے اور پینے کی صفات ختم کردی ۔پس وہ ملائک کی طرح بن گئے پس وہ عرش کے گرد اُن کے ساتھ ہیں۔ پس وہ ملکوتی صفات والا آسمانی اور زمینی دونوں صفات والا مخلوق ہے۔ اور إليه میں جو ضمیر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف عائد ہے اور جملہ میں تقدیر محذوف ہے اور جملہ اس طرح ہے إلى سمائه۔ اور دوسری جگہ اس طرح بھی ہے: ورافعك إليّ ۔اور کہا گیا ہے کہ ایسی جگہ کو اُٹھا گیا کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلتا"۔ اور ابو حیان الاندلسی آگے لکھتے ہیں کہ:

وقال أبو عبد الله الرازي : أعلم الله تعالى عقيب ذكره أنه وصل إلى عيسى أنواع من البلايا ، أنه رفعه إليه فدل أنّ رفعه إليه أعظم في إيصال الثواب من الجنة ومن كل ما فيها من اللذات الجسمانية ، وهذه الآية تفتح عليك باب معرفة السعادات الروحانية انتهى.وفيه نحو من كلام المتفلسفة.{ وكان الله عزيزاً حكيماً } قال أبو عبد الله الرازي : المراد من المعزة كمال القدرة ، ومن الحكمة كمال العلم ، فنبه بهذا على أنّ رفع عيسى عليه السلام من الدنيا إلى السموات وإن كان كالمتعذر على البشر ، لكنْ لا تعذر فيه بالنسبة إلى قدرتي وحكمتي انتهى.وقال غيره : عزيزاً أي قوياً بالنقمة من اليهود ، فسلط عليهم بطرس الرومي فقتل منهم مقتلة عظيمة.حكيماً حكم عليهم باللعنة والغضب.وقيل : عزيزاً أي : لا يغالب ، لأن اليهود حاولت بعيسى عليه السلام أمراً وأراد الله خلافه.حكيماً أي : واضع الأشياء مواضعها.فمن حكمته تخليصه من اليهود ، ورفعه إلى السماء لما يريد وتقتضيه حكمته تعالى.وقال وهب بن منبه : أوحى الله تعالى إلى عيسى على رأس ثلاثين سنة ، ثم رفعه وهو ا بن ثلاث وثلاثين سنة ، فكانت نبوته ثلاث سنين.وقيل : بعث الله جبريل عليه السلام فأدخله خوخة فيها روزنة في سقفها ، فرفعه الله تعالى إلى السماء من تلك الروزنة"(8).

ترجمہ: اور عبداللہ الرازی نے کہ: اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا کرنے کے بعد آپؑ کو اپنی طرف اُٹھالیا (اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس پر) دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اُسے اوپر اُٹھایا جانا، جنّت اور اس میں جو جسمانی لذّات ہیں اُن تمام سے ثواب کے لحاظ سے بہتر ہے اور یہ آیت تجھ پر روحانی سعادتوں کی معرفت کے دروازے کھول دیتی ہے۔ اور اس میں فلسفیوں کے کلام ہے۔ وكان الله عزيزاً حكيماً ابو عبداللہ الرازی نے کہا کہ المعزۃ سے مراد کامل قدرت ہے اور حکمت سے مراد کمالِ علم ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کا دُنیا سے آسمانوں کو اُٹھانا انسانوں کے لیے گویا ناممکن ہے لیکن میری قدرت اور حکمت کے لحاظ سے ناممکن نہیں ہے۔ اور اُس کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ عزیزاً یعنی یہود سے انتقام لینے یا اُن کو سزا دینی کی طاقت رکھتا ہے۔ (اور اُن کو سزا دینے کی خاطر) اُن پر بطرس رومی کو مسلّط کیا، تو اُس نے ان میں سے بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا۔ حکیماً یعنی اُن پر لعنت اور غضب کا حکم کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عزیزاً یعنی اُس کو مغلوب نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہود نے عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایک فیصلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے خلاف کا فیصلہ کیا (اور اُس کا فیصلہ نافذ ہوا یعنی یہود اُس کو مغلوب نہ کر سکا)۔ حکیماً یعنی اشیاء کو اُن کے محل میں رکھنے والا ہے اور اُس کی حکمت میں سے یہ ہے کہ اُس نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو یہود سے چھڑا لیا اور آپ (علیہ السلام) کو آسمان پر جیسا کہ اُس کی حکمت کا تقاضا تھا،

اُٹھالیا۔ اور وھب بن منبہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ نے تیس سال کی عمر میں عیسیٰ (علیہ السلام) کو وحی نازل کی اور جب آپ (علیہ السلام) کی عمر تینتیس سال ہوئی، تو اُن کو اوپر اُٹھالیا۔ پس آپ (علیہ السلام) کی نبوّت کا دورانیہ تین سال کا تھا۔ اور کہا گیا کہ جبریل (علیہ السلام) نے اُسے ایک ایسے کمرے میں داخل کر دیا جس کے چھت میں روشن دان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس روشندان سے اُس کو آسمان پر اُٹھالیا'' اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی اس بارے میں لکھتے ہیں: ''اور یہودیوں نے بالیقین حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں بلکہ یقینی بات یہ ہے کہ جس زندہ شخصیت کو وہ قتل کر کے اس کی حیات کو ختم کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ اور صحیح سلامت اپنی طرف اُٹھالیا تاکہ قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہو جائے اس لیے کہ قتل وصلب تو جب ہی ممکن ہے کہ وہ جسم اُن کے اندر موجود رہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اس جسم ہی کو اپنی طرف اُٹھالیا تو قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہوا'' (9) اس آیت کی تشریح میں علامہ روح المعانی لکھتے ہیں:

{ بل رفعه الله إليه } أي بل رفعه سبحانه إليه يقينا ، ورده في «البحر» بأنه قد نص الخليل على أنه لا يعمل ما بعد بل فيما قبلها ، والكلام رد وإنكار لقتله وإثبات لرفعه عليه الصلاة والسلام"[10]

یعنی اللہ تعالیٰ نے یقیناً اپنی طرف اُٹھالیا ہے ورده في «البحر» بأنه قد نص الخليل على أنه لا يعمل ما بعد بل فيما قبلها اور کلام آپؑ کے قتل کے رد اور انکار ہے اور آپؑ کے اوپر اُٹھانے کو ثابت کرنے والا ہے''۔

[تفسير الألوسي 4/ 304، بترقيم الشاملة آليا]

اس بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے کچھ اس طرح لکھتے ہیں: ''اس میں یہود کے دعوائے قتلِ مسیح کی فوری تردید کر دی گئی ہے۔ اس فوری تردید سے دو پہلو سامنے آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے رسول اس کی حفاظت میں ہوتے ہیں، ان کے خلاف اس کے دُشمنوں کی چالیں خدا کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ اس وجہ سے یہود کا یہ دعویٰ کہ اُنہوں نے اُن کو قتل کر دیا، یا سولی دی بالکل بے بنیاد ہے۔ وہ اپنی اس شرارت میں بالکل ناکام رہے۔ البتہ ایک جھوٹے دعوے کا بار اپنے سر لے کر ہمیشہ کے لیے مبغوض وملعون بن گئے۔ دوسرا یہ کہ نہ مسیح کے قتل کا واقعہ پیش آیا نہ سولی کا لیکن پال (Paul) کے متبع نصاریٰ نے اس فرضی افسانے کو لے کر ایک پوری دیومالا تصنیف کر ڈالی'' (11)۔ اس بارے میں قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی کا تبصرہ کچھ اس طرح ہے: '' صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ آخر زمانہ میں آنحضور ﷺ کے ایک وفادار جنرل کی حیثیت میں آسمان سے نازل ہو کر دجّال اکبر اور اس کے یہودی اتباع کو قتل کر لینگے، صلیب توڑ دیں گے اور تمام دُنیا کے بسنے والے انسانوں کو شریعتِ محمدیہ پر چلائیں گے۔ اور وفات پا کر آنحضور ﷺ کے پہلوئے مبارک میں ہی دفن ہوں گے'' (12)۔

''غرض ان روایات اور احادیثِ صحیحہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ، تبع تابعینؒ یعنی خیر القرون کے طبقات میں اس درجہ شیوع ہو چکا تھا اور وہ بغیر کسی انکار کے اس درجہ لائقِ قبول ہو چکے تھیں کہ ائمہء حدیث کے نزدیک حضرت مسیحؑ کی حیات

ونزول سے متعلق ان احادیث کو مفہوم و معنی کے لحاظ سے درجہ تواتر حاصل تھا اور اسی لیے وہ بے جھجک اس مسئلہ کو احادیثِ متواترہ سے ثابت اور مسلم کہتے تھے "(13)البتہ بعض مسلمان ماہرین اس رائے کے بھی قائل ہیں کہ اُسے آسمان پر نہیں بلکہ ایک بلند مقام پر اُٹھائے گئے ہیں اور اس طرح یہود کو اُنہیں قتل یا پھانسی پر چڑھانے کی توفیق نہ ملی، جیسا کہ ماوردی نے لکھا ہے :

فيه قولان :أحدهما : أنه رفعه إلى موضع لا يجري عليه حكم أحد من العباد ، فصار رفعه إلى حيث لا يجري عليه حكم العباد رفعاً إليه ، وهذا قول بعض البصريين . والثاني : أنه رفعه إلى السماء ، وهو قول الحسن "(14).

ترجمہ :اس بارے میں دو قول ہیں۔ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (علیہ السلام) کو ایسے مقام پر اُٹھایا ہے کہ وہاں کسی بھی بندہ کا حکم نہیں چلتا یعنی وہاں کسی بھی بندہ کا فیصلہ نافذ نہیں ہو سکتا، پس اُس کا اُٹھانا ایسی جگہ کے لیے ہوا کہ جہاں کسی بندہ کا حکم نہیں چلتا ۔اور یہ بعض بصریوں کا قول ہے۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو آسمان پر اُٹھایا ہے اور یہ حسن کا قول ہے" اس طرح تفسیر البحر المحیط میں بھی ایک عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے :"وقيل : إلى حيث لا حكم فيه إلا له"(15)"اور کہا گیا ہے کہ ایسی جگہ کو اُٹھا گیا کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلتا"۔انجیلِ مرقُس نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :"جب خداوند یسوع اُن سے کلام کر چکا تو وہ آسمان پر لیا گیا اور خُدا کے دہنی طرف بیٹھ گیا" (16) اور لوقا کی عبارت اس طرح ہے :"جب وہ اُنہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ اُن سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اُٹھایا گیا"(17)

ان عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔اب اس بارے میں مسیحیوں اور مسلمانوں کا اختلاف ہے کہ یہ رفع آسمانی عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے واقع ہوئی یا بعد میں۔

مسلمانوں کی اکثریت اس بات کے قائل ہیں کہ رفع سماوی موت سے پہلے واقع ہوئی اور اس طرح یہود کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کرے یا پھانسی پر چڑھالے، جیسا کہ مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے۔جبکہ عیسائیوں کی رائے یہ ہے کہ یہ رفع سماوی، قتل اور پھانسی کے بعد واقع ہوئی یعنی جب اُنہیں دُشمنوں نے پھانسی پر چڑھایا تو اس کے تیسرے روز اُنہیں زندہ کر کے آسمان پر اُٹھایا گیا۔اس بات کا ثبوت اناجیل کی چند عبارات سے ہوتی ہے۔

"ہفتہ کے پہلے روز جب وہ سویرے جی اُٹھا تو پہلے مریم مگدلینی کو، جس میں سے اُس نے سات بدروحیں نکالی تھیں دکھائی دیا۔اُس نے جا کر اُس کے ساتھیوں کو جو ماتم کرتے اور روتے تھے خبر دی اور اُنہوں نے یہ سُن کر کہ وہ جیتا ہے اور اُس نے اُسے دکھا ہے یقین نہ کیا"(18)

مزید لکھا ہے: ''جب سبت کا دن گزر گیا تو مریم مگدلینی، یعقوب کی ماں اور سلومی خوشبودار چیزیں خرید کر لائیں تاکہ اُنہیں یسوع کی لاش پر ملیں۔ اور ہفتہ کے پہلے دن صبح سویرے سورج کے نکلتے ہی وہ قبر پر آئیں۔ اور آپس میں کہنے لگیں کہ ہمارے لیے قبر کے منہ پر سے پتّھر کو کون لڑھکائے گا؟ لیکن جب اُنہوں نے اُوپر نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ بھاری پتھر پہلے سے لڑھکا پڑا ہے جب وہ قبر والی غار کے اندر گئیں تو اُنہوں نے ایک جوان آدمی کو سُفید چُغہ پہنے دائیں طرف بیٹھے دیکھا اور وہ خوف زدہ ہو کر رہ گئیں۔ لیکن اُس نے اُن سے کہا: حیران مت ہو۔ تُم یسوع ناصری کو جو مصلوب ہوا تھا ڈھونڈتی ہو۔ وہ جی اُٹھا ہے، یہاں نہیں ہے۔ دیکھو یہ وہ جگہ ہے جہاں اُنہوں نے اُسے رکھا تھا''([19])اور لوقا نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے جان دینے کا واقع اس طرح بیان کیا ہے: ''تقریباً دوپہر کا وقت تھا کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور تین بجے تک یہی حالت رہی۔ سورج تاریک ہو گیا اور ہیکل کا پردہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور یسوع نے اونچی آواز سے پکار کہا: اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم توڑ دیا''([20]) حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے مصلوب ہونے کے واقعہ کو یوحنا نے اس طرح بیان کیا ہے کہ آپؑ کے ساتھ دو اور آدمیوں کو پھانسی دی گئی۔ اس بارے میں کی اُن کی عبارت اس طرح ہے: ''یسوع اپنی صلیب اُٹھا کر کھوپڑی کے مقام کی طرف روانہ ہوا، جیسے عبرانی زبان میں گُلگُتا کہتے ہیں، وہاں اُنہوں نے یسوع کو اور ساتھ دو اور آدمیوں کو مصلوب کیا''([21])

متیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے مصلوب کرنے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ پیلاطیس نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی لاش شاگرد کے مطالبہ پر دیدیا لیکن ساتھ آپؑ کے قبر کے پہرہ داری کا بھی انتظام کیا تاکہ کہیں شاگرد لاش کو چُرا کر نہ لے جائے۔ ملاحظہ ہو متیٰ کی عبارت: ''جب شام ہوئی تو یوسف نام ارمتیاہ کا ایک دولتمند آدمی آیا جو خود بھی یسوع کا شاگرد تھا۔ اُس نے پیلاطیس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی اور پیلاطیس نے دیدینے کا حکم دیدیا۔ اور یوسف نے لاش کو لے کر ایک صاف مہین چادر میں لپیٹا۔ اور اپنی نئی قبر میں جو اُس نے چٹان میں کھدوائی تھی رکھا۔ پھر ایک بڑا پتھر قبر کے منہ پر لڑھکا کر چلا گیا۔ اور مریم مگدلینی اور دوسری مریم وہاں قبر کے سامنے بیٹھی تھیں۔ دوسرے دن جو تیّاری کے بعد کا دن تھا سردار کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطیس کے پاس جمع ہو کر کہا۔ خُداوند ہمیں یاد ہے کہ اُس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اُٹھوں گا۔ پس حکم دے کر تیسرے دن تک قبر کی نگہبانی کی جائے کہیں ایسا نہ ہوں کہ اُس کے شاگرد آکر اُسے چُرا لے جائیں اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھا اور یہ پچھلا دھوکہ پہلے سے بھی بُرا ہو۔ پیلاطیس نے اُن سے کہا تُمہارے پاس پہرے والے ہیں۔ جاؤ جہاں تک تُم سے ہو سکے اُس کی نگہبانی کرو۔ پس وہ پہرے والوں کو ساتھ لے گئے اور پتھر پر مہر کر کے قبر کی نگہبانی کی۔ اور سبت کے بعد ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹتے وقت مریم مگدلینی اور دوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں۔ اور دیکھو ایک بڑا بھونچال آیا کیونکہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اُترا اور پاس آکر پتھر کو لڑھکا دیا اور اُس پر بیٹھ گیا۔ اُس کی صورت بجلی کی مانند تھی اور اُس کی پوشاک برف کی مانند سفید تھی۔ اور اُس کے ڈر سے نگہبان کانپ اُٹھے اور مردہ سے ہو گئے۔ فرشتہ نے عورتوں سے کہا تُم نہ ڈرو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم یسوع مسیح کو ڈھونڈتی ہو جو مصلوب ہوا تھا۔ وہ یہاں نہیں ہے ہے

کیونکہ اپنے کہنے کے مطابق جی اُٹھا ہے۔ آؤ یہ جگہ دیکھو جہاں خداوند پڑا تھا۔ اور جلد جا کر اُس کے شاگردوں سے کہو کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھا ہے''[22]

ان کے علاوہ اناجیل سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ عیسیٰؑ مرنے کے بعد تیسرے روز جی اُٹھا اور آسمان کی طرف گیا جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰؑ بالکل مصلوب اور مقتول نہیں ہوا۔ اب تفسیر روح المعانی کی طرف آتے ہیں۔

عیسیٰؑ کے قتل کے بارے میں تفسیر روح المعانی کی روایت کردہ روایتیں

اس بارے میں علامہ آلوسی نے تین روایتیں نقل کر دیے ہیں ہیں۔ پہلی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود نے عیسیٰؑ اور آپؑ کی ماں کو گالیاں جس پر ناراض ہو کر عیسیٰ (علیہ السلام) نے اُن کو بد دُعا دی جس کی نتیجے میں وہ لوگ خنزیر اور بندر بن گئے ، جس پر اُنہوں نے آپؑ کو قتل کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ آپؑ کو آسمانوں پر اُٹھالیا۔ ملاحظہ ہو علامہ آلوسی کی عبارت:

{ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ } حال أو اعتراض { ولكن شُبّهَ لَهُمْ } روي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن رهطاً من اليهود سبوه عليه السلام وأمه فدعا عليهم فمسخوا قردة وخنازير فبلغ ذلك يهوذا رأس اليهود فخاف فجمع اليهود فاتفقوا على قتله فساروا إليه ليقتلوه فأدخله جبريل عليه السلام بيتاً ورفعه منه إلى السماء ولم يشعروا بذلك فدخل عليه طيطانوس ليقتله فلم يجده وأبطأ عليهم وألقى الله تعالى عليه شبه عيسى عليه السلام فلما خرج قتلوه وصلبوه " (23)

ترجمہ: ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اور اُس کی ماں کو یہود کی ایک جماعت نے گالیاں دی، تو اس پر آپؑ نے اُن کو بد دُعا دی، پس وہ مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن گئے۔ اس بات کی خبر یہود کے سردار یہوذا کو پہنچی، پس وہ ڈر گیا اور یہود کو جمع کیا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے قتل پر متّفق ہوئے۔ پس عیسیٰ کو قتل کرنے کے لیے اُس کے پاس گئے، پس جبریلؑ نے اُسے گھر میں داخل کر دیا، اور وہاں سے اوپر آسمان کو اُٹھالیا اور اِن کو اس کا پتا نہ چل سکا، پس طیطانوس اُس کو قتل کرنے کے لیے گھر میں داخل ہوا، پس اُس کو گھر میں نہ پایا۔ اور ساتھیوں کے پاس آنے میں دیر کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُس پر عیسیٰ کا شبہ ڈال دیا پس جب وہ باہر نکلا، تو اُنہوں نے اُسے قتل کر دیا اور سولی پر چڑھایا''۔

علامہ آلوسیؒ نے دوسری روایت جو نقل کی ہے، وہ اس طرح ہے کہ عیسیٰؑ اپنے ساتھیوں سمیت ایک مقام میں مقیم تھے کہ اسی اثناء میں کچھ دشمن آئے اور عیسیٰؑ کو قتل کرنے کے لیے اُن پر داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کو عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دیا پس اُن کے لیے عیسیٰؑ پہچاننا مشکل ہو گیا پس عیسیٰؑ کے ساتھیوں میں ایک جنت کی خاطر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوا، پس اُنہوں نے اُس کو سولی پر چڑھایا اور اُنہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم نے عیسیٰؑ کو مصلوب کیا۔ ملاحظہ ہو علامہ آلوسی کی عبارت: ''وقال وهب بن منبه في خبر طويل رواه عنه ابن المنذر : «أتى عيسى عليه السلام ومعه سبعة وعشرون من الحواريين في بيت فأحاطوا بهم فلما دخلوا عليهم صيرهم الله تعالى كلهم على صورة عيسى عليه السلام فقالوا لهم : سحرتمونا ليبرزن لنا عيسى عليه السلام أو لنقتلنكم جميعاً فقال عيسى لأصحابه : من يشتري نفسه

منكم اليوم بالجنة؟ فقال رجل منهم : أنا ، فخرج إليهم فقال : أنا عيسى فقتلوه وصلبوه ورفع الله تعالى عيسى عليه السلام» ، وبه قال قتادة والسدي ومجاهد وابن إسحاق ، وإن اختلفوا في عدد الحواريين" (24)

ترجمہ: اور وھب بن منبہ نے ایک طویل روایت ابن المنذر سے روایت کی ہے، کہ: یہ لوگ عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آئے اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ایک گھر میں ستائیس حواری موجود تھے۔ تو اُنہوں نے اس گھر کا اِحاطہ کیا، پس جب وہ اُن پر داخل ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے شکل میں مشابہ کر دیا، پس اُنہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) اور اُن کے ساتھیوں سے کہا کہ تُم نے ہم پر جادو کر دی، اب تُم ہمارے لیے خوامخواہ عیسیٰ (علیہ السلام) نکالیں گے یا ہم تُم سب کو قتل کریں گے۔ پس عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تُم میں سے کون آج کے دن اپنے نفس جنّت کے بدلے فروخت کر دے گا؟ پس اُن میں سے ایک آدمی نے کہا: میں، پس وہ اُن کی طرف نکلا اور کہا: میں عیسیٰ (علیہ السلام) ہوں، پس اُنہوں نے اُسے قتل کر دیا اور سولی پر چڑھایا اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو اُوپر اُٹھالیا۔ اور قتادہ اور سدّی اور مجاہد اور ابن اسحاق نے بھی یہی کہا، اگرچہ اُنہوں نے حواریّن کی تعداد میں اختلاف کیا ہے"۔ تیسری روایت جو علامہ آلوسیؒ نے نقل کی ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ کی جگہ ایک ایسی شخص کو سولی پر چڑھایا گیا جو عیسیٰؑ سے منافقت کرتا تھا۔ اس بارے میں علامہ آلوسیؒ کی عبارت اس طرح ہے: علامہ آلوسیؒ "وقيل : كان رجل من الحواريين ينافق عيسى عليه السلام فلما أرادوا قتله قال : أنا أدلكم عليه وأخذ على ذلك ثلاثين درهماً فدخل بيت عيسى عليه السلام فرفع عليه السلام وألقى شبهه على المنافق فدخلوا عليه فقتلوه وهم يظنون أنه عيسى عليه السلام ، وقيل غير ذلك" (25)، اور کہا گیا ہے کہ حواریوں میں سے ایک آدمی عیسیٰ سے منافقت کرتا تھا، پس جب اُنہوں نے اُس کے قتل کا ارادہ کیا تو اس شخص نے کہا: کہ میں تُم کو وہ بتاوں گا اور اِس پر اُس نے تیس درھم لے لی، پس عیسیٰ (علیہ السلام) کے گھر کو داخل ہو گیا، پس عیسیٰ (علیہ السلام) کو اُٹھالیا گیا اور اِس منافق آدمی پر اُس کا شبہ ڈال دیا گیا، پس یہ لوگ اُس پر داخل ہوئے اور اُسے قتل کر دیا اور اُن کا گُمان تھا کہ یہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہے، اور اس کے علاوہ اس معاملہ میں بہت کچھ کہا گیا ہے"۔

ان روایتوں سے دو باتوں کا پتا چلتا ہے۔ ایک یہ کہ یہود نے عیسیٰ (علیہ السلام) سمجھ کر ایک آدمی کو بے شک سولی پر چڑھایا۔ اور دوسری اس بات کا کہ وہ حقیقت میں عیسیٰؑ کو قتل نہ کر سکے بلکہ وہ اس بارے میں اشتباہ میں پڑ گئے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (26) ترجمہ: "حالانکہ نہ اُنہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ اُنہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ اُنہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔

اشتباہ کی حقیقت

قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہود حقیقت میں عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہ کر سکے بلکہ اس بارے میں اشتباہ میں پڑ گئے۔اس شتباہ میں کیوں کر پڑ گئے ؟اس اشتباہ کی حقیقت کیا تھی ؟وغیرہ قسم کے سوالات کے جوابات تو کسی حد تک مندرجہ بالا روایات سے واضح ہو جاتے ہیں۔ہاں !اس سلسلے میں روح المعانی نے مزید اس طرح لکھاہے:

{ شُبِّهَ } مسند إلى الجار والمجرور ، والمراد وقع لهم تشبيه بين عيسى عليه السلام ومن صلب ، أو في الأمر على قول الجبائي أو هو مسند إلى ضمير المقتول الذي دل عليه { إِنَّا قَتَلْنَا } أي شبه لهم من قتلوه بعيسى عليه السلام ، أو الضمير للأمر و { شُبِّهَ } من الشبهة أي التبس عليهم الأمر بناءاً على ذلك القول ، وليس المسند إليه ضمير المسيح عليه الصلاة والسلام لأنه مشبه به لا مشبه " ([27]).

"اُن کے لیے عیسیٰؑ اور جس کو اُنہوں نے سولی پر چڑھایا تھا کے درمیان اشتباہ واقع ہوا یا جُبائی کے قول کے مطابق کام میں اشتباہ واقع ہوا، یاھوَ مقتول کی ضمیر کی طرف مسند ہے جار اور مجرور کی طرف مسند ہے،اور مراد یہ ہے کہ اُن کے لیے عیسیٰ (علیہ السلام) اور جسے پھانسی دی گئی کے درمیان تشبیہ واقع ہوا، یا جُبائی کے قول کے مطابق معاملہ میں تشبیہ واقع ہوا، یا وہ مقتول کی ضمیر کی طرف مسند ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے { إِنَّا قَتَلْنَا } یعنی جسے اُنہوں نے قتل کیا وہ اُن کے لیے عیسیٰ (علیہ السلام) کے مشابہ ہوا، یا ضمیر معاملہ کے لیے ہے اور { شُبِّهَ } شبھۃ سے ہے یعنی اسی قول کی بناء پر مراد یہ ہے کہ اُن پر معاملہ مشتبہ ہوا اور مسیحؑ کی ضمیر اُس کی طرف مسند نہیں کیونکہ وہ مشبہ بہ ہے مشبہ نہیں"۔

اشتباہ کی وجہ سے یہود کا تردّد میں مبتلا ہونا

جس بھی معاملہ کے بارے میں علمِ یقینی حاصل نہ ہوں، تو اُس سے کبھی بھی اطمئنان اور یکسوئی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ آدمی تردد اور اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے یعنی ایسی صورتِ حال میں آدمی اپنے نفس تک کو مطمئن نہیں کر سکتا بلکہ اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے، تو جب ایک پوری جماعت کا معاملہ ہو، تب تو تردد سے نکلنا اور ایک بات پر یکسو اور مطمئن ہو جانا ناممکن ہے۔عیسیٰؑ کے قتل کے بارے میں چونکہ یہود کو علمِ یقینی حاصل نہیں تھا، اسی وجہ سے وہ تردد میں مبتلا تھے۔جس کے بارے میں علامہ آلوسیؒ یوں لکھتے ہیں:"{ وَإِنَّ الذين اختلفوا فِيهِ } أي في شأن عيسى عليه السلام فإنه لما وقعت تلك الواقعة اختلف الناس فقال بعضهم : إنه كان كاذباً فقتلناه (حقاً) ، وتردد آخرون فقال بعضهم : إن كان هذا عيسى فأين صاحبنا؟ وإن كان صاحبنا فأين عيسى؟! وقال بعضهم : الوجه وجه عيسى والبدن بدن صاحبنا ، وقال من سمع منه إن الله تعالى يرفعني إلى السماء إنه رفع إلى السماء" ([28])

ترجمہ: پس جب واقعہ رونما ہوا، تو لوگوں نے اختلاف کیا، بعض نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا، ہم نے حقیقتاً قتل کیا، اور دوسروں نے تردد اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ: اگر یہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہے تو ہمارا ساتھی کدھر گیا؟ اور اگر یہ ہمارا صاحب ہوں، تو عیسیٰ (علیہ السلام) کدھر گیا؟ اور بعض نے کہا کہ: چہرہ عیسیٰ (علیہ السلام) کا تھا اور بدن ہمارے صاحب کا تھا، اور جنہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) سے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمان پر اُٹھالیا، تو اُنہوں نے کہا کہ اُسے آسمان پر اُٹھایا گیا، اور جو عیسائی عیسیٰ (علیہ السلام) کی ربوبیّت کا دعویٰ کرتے ہیں، اُنہوں نے کہا کہ ناسوت کو پھانسی دی گئی اور لاہوت اوپر چڑھ گیا"۔

تردُّد یعنی علمِ یقینی نہ ہونے کی باوجود اُنہوں نے قتل کا ارتکاب کیوں کیا؟

اس کی وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے اُس گھر کا محاصرہ کیا ہُوا تھا جس میں عیسیٰ (علیہ السلام) موجود تھے لیکن جب پتا چلا کہ وہ موجود نہیں، تو وہ لوگ اس حقیقت کو تو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) واقعی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہے اور اُسے واقعی اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے، اور یہاں یہ بات تسلیم کرنے سے یہ حقائق سامنے آتے تھے اس لیے اُنہوں نے علمِ یقینی حاصل نہ ہونے کی باوجود قتل کا ارتکاب کیا۔ اس پر علامہ آلوسیؒ نے اس طرح تبصرہ کیا ہے:

وقال أبو علي الجبائي : إن رؤساء اليهود أخذوا إنساناً فقتلوه وصلبوه على موضع عال ولم يمكنوا أحداً من الدنو منه فتغيرت حليته ، وقالوا : إنا قتلنا عيسى ليوهموا بذلك على عوامهم لأنهم كانوا أحاطوا بالبيت الذي به عيسى عليه السلام فلما دخلوه ولم يجدوه فخافوا أن يكون ذلك سبباً لإيمان اليهود ففعلوا ما فعلوا" (29)

ترجمہ: اور ابو علی الجبائی نے کہا: بے شک یہود کے سرداروں نے ایک انسان کو پکڑ کر قتل کر دیا اور ایک اُونچی مقام پر سولی پر چڑھا دی اور کسی کو اُس کے قریب جانے نہ دیا اور اُنہوں نے کہا کہ ہم نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کر دیا تا کہ عوام کو یہ گُمان کرا دے کیونکہ اُنہوں نے اُس گھر کا اِحاطہ کیا تھا جس میں عیسیٰ (علیہ السلام) تھے، لیکن جب اُس میں داخل ہوئے اور اُس کو نہ پایا تو وہ اس پر ڈر گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ یہود کے اِیمان لانے کا سبب بن جائے، تو اُنہوں نے وہ کچھ کیا جو کیا"

علامہ آلوسی اور مسیحیوں پر اس بارے میں تنقید

مسیحی چونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ربوبیّت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اُسے مقتول و مصلوب ہونے کے بھی قائل ہیں۔ جیسا کہ اناجیل کے مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے۔ ان کے اس عقیدے پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ تو اُن اعتراضات سے بچنے کے لیے اُنہوں نے لاہوت اور ناسوت کی اصطلاحات ایجاد کیے لیکن اُن پر بھی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ ان پر علامہ آلوسی اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:

وقالت النصارى الذين يدعون ربوبيته عليه السلام : صلب الناسوت وصعد اللاهوت ، ولهذا لا يعدون القتل نقيصة حيث لم يضيفوه إلى اللاهوت ويرد هؤلاء إن ذلك يمتنع عند اليعقوبية القائلين : إن المسيح قد صار بالاتحاد طبيعة واحدة إذ الطبيعة الواحدة لم يبق فيها ناسوت متميز عن لاهوت والشيء الواحد لا يقال : مات ولم يمت ، وأهين ولم يهن . وأما الروم القائلون : بأن المسيح بعد الاتحاد باق على

طبيعتين ، فيقال لهم : فهل فارق اللاهوت ناسوته عند القتل؟ فإن قالوا : فارقه فقد أبطلوا دينهم ، فلم يستحق المسيح الربوبية عندهم إلا بالاتحاد ، وإن قالوا : لم يفارقه فقد التزموا ما ورد على اليعقوبية وهو قتل اللاهوت مع الناسوت ، وإن فسروا الاتحاد بالتدرع وهو أن الإله جعله مسكناً وبيتاً ثم فارقه عند ورود ما ورد على الناسوت أبطلوا إلهيته في تلك الحالة ، وقلنا لهم : أليس قد أهين؟ وهذا القدر يكفي في إثبات النقيصة إذ لم يأنف اللاهوت لمسكنه أن تناله هذه النقائص ، فإن كان قادراً على نفيها فقد أساء مجاورته ورضي بنقيصته وذلك عائد بالنقص عليه في نفسه ، وإن لم يكن قادراً فذلك أبعد له عن عز الربوبية ، وهؤلاء ينكرون إلقاء الشبه ، ويقولون : لا يجوز ذلك لأنه إضلال ، ورده أظهر من أن يخفى ، ويكفي في إثباته أنه لو لم يكن ثابتاً لزم تكذيب المسيح ، وإبطال نبوته بل وسائر النبوات على أن قولهم في الفصل : إن المصلوب قال : إلهي إلهي لم تركتني وخذلتني ، وهو ينافي الرضا بمرّ القضاء؛ ويناقض التسليم لأحكام الحكيم ، وأنه شكى العطش وطلب الماء والإنجيل مصرح بأن المسيح كان يطوي أربعين يوماً وليلة إلى غير ذلك مما لهم فيه إن صح مما ينادي على أن المصلوب هو الشبه كما لا يخفى . فالمراد من الموصول ما يعم اليهود والنصارى جميعاً " ([30])

ترجمہ: اور اسی وجہ سے وہ قتل کو نقیصہ شمار نہیں کرتے، کیونکہ وہ لاہوت کو قتل کی اضافت نہیں کرتیں، اور یہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ یعقوبیہ کے ہاں یہ ممتنع ہے کیونکہ وہ یہ کہنے والے ہیں : بے شک مسیحؑ اتحاد سے طبیعۃ واحدہ بن گئی، اور طبیعۃ واحدہ میں ناسوت لاہوت سے متمیّز نہیں رہا، اور ایک ہی چیز کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مرگیا اور نہیں مرا، اور ذلیل ہوا اور نہیں ہوا۔ اور جہاں تک روم کا تعلق ہے تو وہ کہنے والے ہیں کہ مسیح اتحاد کے بعد دو طبیعوں میں باقی رہا، پس اُن سے کہا جائے گا کہ کیا قتل کے وقت لاہوت ناسوت سے جُدا ہوا؟ پس اگر اُنہوں نے کہا کہ جُدا ہوا، تو اُنہوں نے اپنے دین کو باطل کردیا، کیونکہ اُن کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) اتحاد کے بغیر ربوبیّت کا مستحق نہیں۔ اور اگر کہیں کہ جُدا نہیں ہوا، تو اُن پر وہی اعتراض وارد ہوگا جو یعقوبیہ پر وارد ہوا اور وہ لاہوت کا ناسوت کے ساتھ قتل ہونا ہے۔ اور اگر اُنہوں نے اتحاد کی تفسیر تدرُّع سے کیا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مسکن اور گھر اختیار کیا، پھر ناسوت پر جو وارد ہونے والا تھا اُس کے وارد ہونے کے ساتھ لاہوت نے اُس سے جُدائی اختیار کرلی تو اس حال میں اس کی الٰہیّۃ باطل ہوئی، اور ہم اُن سے کہتے ہیں، کہ کیا یہ ذلّت نہیں؟ اور اُس کی الٰہیّۃ میں نقیصہ کی اثبات کے لیے یہی کافی ہے کہ لاہوت اپنے مسکن کو اِن نقائص کا پہنچنا بُرا نہ مانے، اگر وہ اس کی نفی پر قدرت رکھتا ہوں، تو یقیناً اُس نے اپنے پڑوس سے بُرائی کی اور اُس میں نقیصہ کی موجودگی پر راضی ہوا، اور اس سے اُس میں خود نقص ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو، تو یہ تو اُس کو ربوبیّت سے بہت دور لے جانے والا ہے، اور یہ لوگ اِلقاء شبہ کا انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کیونکہ یہ گمراہی ہے اور اس کا رد کرنا اس کو مخفی رکھنے سے زیادہ اظہر ہے یعنی یہ اس کو مخفی رکھنے کے بجائے اس کا رد کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اور اس کی اثبات کے لیے یہی کافی ہے کہ اگر اس کو ثابت نہ مانا جائے، تو مسیحؑ کی تکذیب اور اُس کی نبوت کا ابطال بلکہ اُن کے قول سے تمام نبوتوں کا ابطال لازم آتا ہے (کیونکہ وہ کہتے ہیں) کہ فصل کے وقت مصلوب (مسیحؑ) نے کہا کہ میرے اللہ میرے اللہ تُو نے مجھے کیوں چھوڑا اور رسوا کیا، (مسیحؑ کا یہ قول) قضاء پر رضاء کے خلاف ہے (اس قول

سے پتا چلتا ہے کہ وہ اللہ کے فیصلوں پر راضی نہیں تھے) اور اُس حکیم ذات کے فیصلوں کو تسلیم کرنے کی بجائے مخالفت کرتے تھے۔ اور یہ کہ اُنھوں نے پیاس کی شکایت کی اور پانی کا مطالبہ کیا یعنی پانی مانگا اور حالانکہ انجیل اس بارے میں تصریح کرنے والا ہے کہ مسیحؑ چالیس دن ورات اس کے بغیر گزارا کرتا تھا یعنی چالیس دن ورات کچھ کھائے پیے بغیر گزارتے تھے جیسا کہ پکارا جاتا ہے کہ مصلوب شبہ تھا، اگر یہ صحیح ثابت ہو جائے، جیسا کہ اس کا صحیح ثابت ہونا مخفی بات نہیں"۔

سولی پر چڑھانے کے بعد حواریوں کو نظر آنے کے بارے میں روح المعانی کی وضاحت

اناجیل سے یہ بات ثابت ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) جب مصلوب کیے گئے تو اس کے تیسرے روز وہ زندہ ہو کر آسمانوں پر اُٹھائے گئے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) دوبارہ زندہ ہونے کے بعد شاگردوں ملے اور اُن کو مختلف ہدایت دیدی۔ لیکن مسلمانوں کا عقیدہ اس بارے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) مصلوب نہیں ہوئے بلکہ مصلوبیت سے پہلے پہلے آسمانوں پر اُٹھائے گئے ہیں تو یہ سوال سامنے آتا ہے کہ تیسرے روز شاگردوں وغیرہ کو کیسے نظر آیا؟ تو اس کا جواب روح المعانی اس طرح دیتے ہیں:

وأما رؤية بعض الحواريين له عليه السلام بعد الصلب فهو من باب تطور الروح ، فإن للقدسيين قوة التطور في هذا العالم وإن رفعت أرواحهم إلى المحل الأسنى ، وقد وقع التطور لكثير من أولياء هذه الأمة ، وحكاياتهم في ذلك يضيق عنها نطاق الحصر .

وأما رؤية بعض الحواريين له عليه السلام بعد الصلب فهو من باب تطور الروح ، فإن للقدسيين قوة التطور في هذا العالم وإن رفعت أرواحهم إلى المحل الأسنى ، وقد وقع التطور لكثير من أولياء هذه الأمة ، وحكاياتهم في ذلك يضيق عنها نطاق الحصر"([31]) .

ترجمہ: اور جہاں تک بعض حواریُّوں کے سولی پر چڑھنے کے بعد دیکھنے کا تعلق ہے، پس یہ روح کی ترقی کے باب میں سے ہے، بے شک قدسیوں کے لیے اس عالم میں قوّۃ تطوّر ہوتا ہے اگرچہ اُن کی ارواح بلند پایہ محلات میں اُٹھائے گئے ہوں، اور یہ تطوُّر اس اُمت کے بہت سے اولیاء کے لیے واقع ہوئی ہے اور اس سلسلے میں اُن کی واقعات بہت زیادہ ہیں"۔([32])

خلاصۃ البحث

اس بحث سے ہم یہ نتائج اخذ کرتے ہیں کہ: حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) جو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہے، یہود نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے اُسے قتل کر کے سولی پر چڑھادی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کر دیا اور فرمایا کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے یہود کے چال سے بچا دیا ہے۔ اور تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰؑ کو اللہ نے واقعی یہود کے چال بچا دیا ہے، البتہ آسمان پر اُٹھایا ہے یا کسی اور جگہ پناہ دی ہے تو اس بارے میں اتفاق موجود نہیں۔ ہاں مسلمانوں کی اکثریت اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھایا ہے اور وہ وہاں زندہ ہے اور قربِ قیامت کو زمین پر عدل قائم کرنے اور دجّال کو قتل کرنے کے لیے آئے گا۔ مسیحیوں کی اکثریت کا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو یہود نے سولی دے کر قتل کر دیا اور پھر زمین میں دفن میں کر دیا اس کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا اور وہاں یعنی اللہ کے ساتھ بیٹھا ہے۔

حوالہ جات

([1]) مشہور مفتی، عالم اور دار العلوم کراچی پاکستان کا نائب مہتمم ہے۔ دیوبند میں 1943ء میں پیدا ہوئے تھے اور تا حال بہ قید حیات ہے۔

([2]) محمد تقی عثمانی، بائبل سے قرآن تک، مکتبہ دار العلوم کراچی، 1416ھ/1996، ج1ء ص90

([3]) مولانا عبد الحق حقانی گمتھلہ گڈھ (رانا بہاؤالدین) میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے جید عالم تھے، مختلف فنون میں مہارت رکھتے تھے آپؒ کے بہت سے تصانیف ہیں، جن میں تفسیرِ فتح المنان اور عقائد الاسلام کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپؒ نے سنہ ء1917ء کو دہلی میں وفات پائی، حقّانی، عبد الحق، عقائد الاسلام، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1480ھ/ 1988ء، ص269

([4]) حقّانی، عقائد الاسلام، ص188

([5]) سورہ النسا: 157، 158

([6]) سید طنطاوی، تفسیر الوسیط، دار الفکر، بیروت، لبنان 1417ھ/1996ء، سورہ النساء، آیت 157

([7]) ابوحیان الاندلسی، محمد بن یوسف، تفسیر البحر المحیط، دار الفکر، بیروت، 1417ھ/1996ء، سورہ النساء، آیت 157

([8]) ابوحیان الاندلسی، تفسیر البحر المحیط، سورہ النساء، آیت 157

([9]) کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، فرید بک ڈپو، دہلی، 2001ء، سورہ النساء، آیت 157

[10] آلوسی، محمود بن عبد اللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الفکر، بیروت، لبنان 1417ھ/1996ء، النساء، آیت 157

([11]) اصلاحی، امین احسن، تدبّر قرآن، فاران فاونڈیشن، لاہور، 2001ء، سورہ النساء، آیت 158

([12]) قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، قاموس القرآن، دار الاشاعت، مولوی مسافر خانہ کراچی، س۔ن، ص377

([13]) محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قصص القرآن، مکتبہ مدنیہ، لاہور، س۔ن، ج4، ص141

([14]) ماوردی: ابوالحسن علی بن محمد بصری بغدادی ماوردی، النکت والعیون، دار الفکر، بیروت، لبنان 1417ھ/1996ء، النساء، آیت 157

([15]) ابوحیان، البحر المحیط، النساء، آیت 157

([16]) مرقس، باب16، آیت 19

([17]) لوقا، باب24، آیت 51

([18]) مرقس، باب16، آیت 10-11

([19]) مرقس، باب16، آیت 6-7

([20]) لوقا، باب23، آیت 44-46

([21]) یوحنّا، باب19، آیت 19

([22]) متّی، باب27، آیت 57-66

([23]) آلوسی، روح المعانی، النساء، آیت 157

([24]) ایضاً

([25]) ایضاً

([26]) ایضاً

([27])ایضا

([28])ایضاً

([29]) ایضاً

([30]) ۔آلوسی،روح المعانی ،النساء،آیت157

([31]) آلوسی،روح المعانی ،النساء،آیت157

([32]) تطوّر کا مطلب ایک ہیئت یا حال سے دوسرے ہیئت یا حال کو منتقلی،اور ملک اور ولی کی تطوّر یعنی ایک حالت سے دوسرے میں منتقلی بھی ہے،المناوی، محمد عبدالرؤوف،التوقیف علی مھمات التعاریف،دارالفکر،بیروت،1410ھ/1989ء،ص183